اداریہ

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

ماہ رجب کی تیرہویں تاریخ قریب ہے لہٰذا مولائے متقیان کی ولادت باسعادت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے "فصلنامہ راہ اسلام" کے موجودہ شمارہ کو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام خصوصی شمارہ کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے تاکہ ان کی زندگی کے حالات، ان کی نمونۂ روزگار مثالی شخصیت اور ان کے افکار وعقائد کا تجزیہ کیا جاسکے۔

ولادت ونسب

ساری دنیا اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام شیعوں کے پہلے امام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی ہیں۔ ان کی کنیت "ابوالحسن" ہے اور انہیں امیر المومنین جیسے مختلف القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور وہ چوتھے اسلامی خلیفہ بھی ہیں۔ وہ واقعۂ عام الفیل کے ۳۰ ویں سال بعد ۱۳ رجب بروز جمعہ حضرت محمدؐ کی بعثت سے دس سال قبل مکہ میں خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ نہ ان کی ولادت سے قبل اور نہ ان کی ولادت کے بعد، خانۂ خدا میں ولادت کا شرف ایسا ہے جو دنیا کے کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہوا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند عالم کو حضرت علی کی ذات سے خصوصی لگاؤ تھا اور حضرت علی علیہ السلام ایک عظیم ولائق احترام شخصیت کے حامل تھے۔ حضرت علی ہاشمی گھرانے کی پہلی فرد ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشم کی اولاد ہیں۔ والد محترم ابوطالب حضرت عبد المطلب کی اور خود عبدا [illegible] ب ہاشم کی اولاد ہیں اور دوسری طرف ان کی والدۂ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد بھی حضرت ہاشم کی اولاد ہیں۔ اپنے اخلاقی فضائل وکمالات اور اعلیٰ انسانی اقدار وصفات کی وجہ سے ہاشمی گھرانے کو قبیلۂ قریش اور دیگر عرب قبیلوں اور جماعتوں کے درمیان خصوصی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ شجاعت وبہادری اور مروت وہمدردی کے علاوہ اکثر اخلاقی فضائل ومحاسن سے بنی ہاشم کا خصوصی تعلق رہا ہے اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ تمام کمالات حضرت علیؑ کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔

جیسے ہی فاطمہ بنت اسد کو درد زہگی کا احساس ہوا وہ سیدھے مسجد الحرام کی طرف چل پڑیں اور

آہستہ آہستہ خانہ کعبہ کی دیوار تک پہنچ گئیں اور ارشاد فرمایا" خداوندا! میں تجھ پر، تیرے انبیاء علیہم السلام، تیری نازل کی ہوئی کتابوں اور اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارشادات پر مکمل اعتقاد وایمان رکھتی ہوں۔ اے پروردگار! میں تجھ کو اس خانہ کعبہ کے بنانے والے کی عزت واحترام اور میرے رحم میں موجود مولود مسعود کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس بچہ کی ولادت کو میرے لئے آسان بنادے۔" ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ عباس بن عبدالمطلب اور یزید بن تعنب کی نگاہوں کے سامنے خانہ کعبہ کی جنوبی مشرقی دیوار شگافتہ ہوگئی، فاطمہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوگئیں اور دیوار دوبارہ متصل ہوگئی، فاطمہ بنت اسد تین روز تک دنیا کے مقدس ترین مکان میں اپنے پروردگار کی مہمان رہیں۔ تین روز بعد عام الفیل کے ۳۰ ویں سال ۱۳ ررجب بروز جمعہ انہوں نے ایک بچہ کو جنم دیا۔ خانہ کعبہ کی دیوار دوبارہ شگافتہ ہوئی۔ وہ بچہ کو آغوش میں لئے ہوئے خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائیں اور کہنے لگیں۔" میں نے غیب سے یہ آواز سنی ہے کہ بچہ کا نام "علی" رکھا جائے۔"

بچپن

حضرت علی نے ولادت کے بعد تین سال کا عرصہ اپنے والدین کے ساتھ بسر کیا۔ چونکہ خداوند عالم انہیں مزید کمالات سے آراستہ کرنا چاہتا تھا اسی وجہ سے پیغمبر اکرم نے ولادت کے بعد ہی سے بالواسطہ طور پر ان کی تربیت کا کام شروع کردیا تھا لیکن اسی دوران مکہ میں معمولی قحط پڑا جس کی وجہ سے کثیر العیال ابو طالب کو غیر معمولی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ رسول اکرم اپنے چچا کی پریشانی نہ دیکھ سکے۔ اپنے دوسرے چچا عباس سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ دونوں حضرت ابو طالب کے دولڑکوں کی تربیت وکفالت کی ذمہ داری سنبھال لیں تو ابو طالب کی پریشانی کم ہوجائے گی۔ چنانچہ جعفر ابن ابی طالب عباس کے ساتھ اور علی پیغمبر کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے اور اس طرح حضرت علی پوری طرح پیغمبر کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ علی ہمہ وقت پیغمبر کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ جب بھی پیغمبر شہر مکہ سے باہر پہاڑیوں یا جنگلوں میں جاتے تھے حضرت علی کو ہمیشہ اپنے ساتھ لئے رہتے تھے۔

بعثت پیغمبرؐ اور علیؑ کا اسلام قبول کرنا

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلتوں میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ وہ پیغمبر اور ان کے دین مبین

اسلام پر ایمان لانے والے پہلے شخص ہیں۔ پیغمبر اکرم نے بعثت کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور حضرت علی اس وقت انہیں کے گھر میں رہا کرتے تھے۔ علی وہ پہلے شخص تھے جو پیغمبر کی خصوصی دعوت کے بعد اسلام کی طرف مائل ہوگئے اور ان کے ساتھ پیغمبر اکرم کی زوجہ حضرت خدیجہ علیہا السلام بھی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

علیؑ پیغمبرؐ کے اولین یاور

نزول وحی خداوندی اور حضرت محمدؐ کے عہدۂ رسالت پر فائز ہونے نیز تین سالہ مخفیانہ دعوت کے بعد قاصد وحی پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمومی دعوت کا فرمان جاری کردیا۔ اس زمانے میں فقط حضرت علی کی ذات تھی جو دعوت الٰہی کے سلسلے میں ان کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں ان کی معاون تھی۔ پیغمبر اسلام نے اپنے خاندان والوں کو اسلام سے آشنا کرنے کے لئے ایک مہمانی کا اہتمام کیا جس میں قدم قدم پر علی ان کے ساتھ رہے۔ اس مہمانی کے دوران پیغمبر نے اپنے خاندان والوں سے سوال کیا۔ "آپ لوگوں میں سے کون اس الٰہی مشن میں ہماری مدد کے لئے آمادہ ہے تاکہ وہ آپ لوگوں کے درمیان میرا بھائی، میرا وصی اور میرا نمائندہ رہے"؟ مجمع میں موجود لوگوں میں سے صرف علی نے جواب دیا" اے پیغمبر خدا! میں اس کام میں آپ کی مدد کروں گا"۔ پیغمبر اکرم نے تین مرتبہ اپنا مطالبہ دہرایا اور تینوں مرتبہ وہی جواب ملنے کے بعد اپنے قرابت داروں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔" اے میرے عزیزو! اے میرے قرابت دارو! جان لو کہ میرے بعد یہ علی تم لوگوں کے درمیان میرے بھائی، میرے وصی اور میرے خلیفہ و جانشین ہیں۔" حضرت علی کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ وہ قتل رسول خدا کی سازش کو پوری طرح ناکام بنانے کے لئے شب ہجرت مکمل شجاعت و بہادری کے ساتھ بستر رسول پر سوگئے اور اپنے اس شجاعانہ عمل کے ذریعہ ہجرت پیغمبر کی زمین ہموار کردی۔

علیؑ ہجرت کے بعد

ہجرت مدینہ کے بعد ان کے فضائل کے دو اہم نمونوں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ میدان جہاد میں ان کی جانبازی وفداکاری

۳۔ ۲۷ میں سے ۲۶ اسلامی غزوات میں ان کی بھر پور شرکت ۔ اس کے علاوہ دیگر چھوٹی جنگوں میں بھی جنہیں تاریخی کتب میں سریا کہا گیا ہے، حضرت علی علیہ السلام پوری طرح شریک رہے جس کو آنحضرت کے فضائل کا اہم حصہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم ووحی الٰہی کی حفاظت وکتابت

وحی خداوندی کی کتابت اور اکثر تاریخی اسناد و مدارک کی ترتیب وتنظیم حضرت علیؑ کے حساس اور اہم کارناموں میں سے ایک ہے اس کے علاوہ تبلیغی مکتوبات کی کتابت بھی حضرت علی کے سپرد تھی ۔ وہ مکی اور مدنی آیات کی جمع آوری میں بھی سرگرم تھے اسی وجہ سے انہیں کاتبان وحی الٰہی اور حافظان قرآن میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اسی زمانے میں پیغمبر اکرمؐ نے مسلمانوں کے درمیان اخوت وبرادری کا پیغام جاری کیا اور خود حضرت علیؑ کے ساتھ اخوت کا معاہدہ کرلیا۔ پیغمبرؐ نے علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔'' اے علیؑ ! تم نہ صرف اس دنیا میں بلکہ دوسری دنیا یعنی عالم آخرت میں بھی میرے بھائی ہو۔ اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق سے جوڑ رکھا ہے، میں تمہیں اپنا بھائی منتخب کرتاہوں ۔ یہ وہ اخوت وبرادری ہے جو دونوں جہان پر محیط ہے۔''

حضرت فاطمہؑ کے ساتھ مولا علیؑ کی شادی

قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ سے گفتگو ومشورہ کے بعد عمر بن خطاب اور ابوبکر دونوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت زہرا (علیہا السلام) کے ساتھ شادی کے لئے لازمی صلاحیت حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے شخص میں ہرگز نہیں ہے لہٰذا جب ایک انصار کے باغ میں درختوں کو پانی دیتے وقت لوگوں نے حضرت علی سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔'' پیغمبر کی بیٹی مجھے پسند ہے ۔ میں ان کے ساتھ شادی کرنا چاہتاہوں ۔'' اس کے بعد وہ رسول خدا کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے لیکن بارگاہ رسالت میں پہونچنے کے بعد عظمت پیغمبر مانع ہوئی اور وہ ان کے سامنے کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ خود پیغمبر اکرم نے ان سے دریافت کیا کہ علی ! اس وقت کیسے تشریف لائے ؟ کوئی خاص کام تھا۔'' حضرت علی علیہ السلام نے راہ اسلام میں اپنی خدمات اور زہدو تقویٰ وپرہیزگاری پر مشتمل اپنے درخشاں ماضی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔'' کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ فاطمہ کو میرے عقد میں دیدیں ۔''؟ پیغمبرؐ نے اس رشتۂ ازدواج کے سلسلے میں اپنی موافقت کا اعلان کردیا اس کے بعد

حضرت زہرا کی رضامندی حاصل کی گئی اور اس طرح حضرت علیؑ پیغمبر کے داماد ہو گئے اور حضرت زہرا (س) ان کی زوجہ کی حیثیت سے علیؑ کے گھر میں رہنے لگیں جو پیغمبر کے گھر کے قریب میں واقع تھا۔

مختلف میدانوں میں علیؑ کی موجودگی اور پیغمبرؐ اسلام کی مدد

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مختلف النوع خطرناک مواقع پر پیغمبر کی نصرت کی۔ وہ لشکر اسلام کے موثر ترین سپاہی تھے جس کی جنگی مہارت مسلم الثبوت تھی۔ انھوں نے جنگ تبوک کے علاوہ ہر اسلامی جنگ کے دوران پیغمبر کے شانہ بشانہ دشمنوں کے خلاف جنگ کی اور سایہ کی طرح پیغمبر کے ساتھ رہے۔ جنگ اُحد اور جنگ حنین میں جب سپاہ اسلام شکست خوردہ حالت میں میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ پیغمبر کے ہمراہ کچھ ہی لوگ باقی رہ گئے تھے اور انہیں لوگوں نے ان کی حفاظت کا کارنامہ انجام دیا تھا۔ جنگ خندق میں نامور عرب پہلوان عمر ابن عبدود کو علیؑ ہی نے پچھاڑا تھا۔ جنگ خیبر میں حضرت علیؑ کی سپہ سالاری میں ہی سپاہ اسلام نے خیبر کے مستحکم قلعوں پر فتح حاصل کی تھی اور اسی طرح واقعہ برأت از مشرکین کے دوران پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے ذریعہ ہی مکہ والوں کے درمیان سورہ توبہ کی تبلیغ کروائی تھی اور واقعہ فتح مکہ کے دوران بھی پرچم اسلام علیؑ کے ہاتھوں میں تھا اور وہ یہ نعرہ بلند کرتے ہوئے سرزمین مکہ میں داخل ہوئے تھے۔" آج رحمت کا دن ہے۔'' اس کے بعد وہ پیغمبر کے ہمراہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور دوش نبوت پر بلند ہو کر بتوں کو توڑ ڈالا۔

غدیر خم

مراسم حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد پیغمبرؐ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ پیغمبر کی پُر برکت زندگی کا آخری سال بھی تھا اسی وجہ سے اسے حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔ بہر حال مدینہ کی طرف بڑھتے ہوئے پیغمبر نے جحفہ کے قریب میں واقع ''غدیر خم'' نامی مقام پر توقف کا حکم جاری کر دیا کیونکہ قاصد وحی نے بارگاہ رسالت میں خداوند عالم کا وہ حکم پہنچا دیا تھا جس میں ان سے کار رسالت کو مرحلۂ اختتام تک پہنچانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ پس نماز ظہر کے بعد پیغمبر اکرمؐ پالان شتر کی مدد سے بنائے گئے منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان کیا۔" عنقریب میں دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے تم

لوگوں کے درمیان سے جانے والا ہوں۔ پس تم لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہو۔''؟ لوگوں نے جواب دیتے ہوئے کہا'' اے خدا کے رسول! ہم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں کے درمیان دین خدا کی تبلیغ فرمائی۔'' پیغمبر نے سوال کیا کہ کیا تم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ خدائے وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ عبد خدا اور پیغمبر خدا ہیں؟'' لوگوں نے کہا'' ہاں! ہم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔'' اس کے بعد پیغمبر نے حضرت علی کو اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اور فرمایا'' اے لوگو! مومنوں کی نظر میں ان سے زیادہ لائق وسزاوار کون ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ۔'' خدا وند عالم اور اس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔'' اس کے بعد پیغمبر نے اعلان کیا کہ جس کا رہبر ومولا میں ہوں یہ علی بھی اس کے رہبر ومولا ہیں۔'' پیغمبر نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت علیؑ کو مبارکباد پیش کی اور ان کے ہاتھوں پر بیعت بھی کی۔

رسول مقبول کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ

پیغمبر اکرم کی رحلت بعد رونما ہونے والے خصوصی حالات کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے میدان اجتماع سے علیحدگی اور خاموشی اختیار کرلی تھی۔ نہ وہ کسی جہاد میں شریک ہوتے تھے اور نہ کسی اجتماع میں کوئی سرکاری بیان جاری کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی تلوار نیام میں رکھ لی تھی۔ وہ لوگوں کی ذاتی ضرورتوں اور ان کی تعمیر واصلاح میں ہمہ تن سرگرم رہا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امت اسلامیہ کے درمیان پیغمبر کی رحلت کے بعد حضرت علی کی امامت کے سلسلے میں اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ اصحاب پیغمبر کی ایک جماعت کا، جس میں تمام بنی ہاشم، سلمان فارسی، عمار یاسر، ابوذر، مقداد، خزیمہ بن ثابت یعنی ذوالشہادتین'' جابر بن عبد اللہ انصاری ابو ایوب انصاری، ابو سعید خدری اور زبیر شامل تھے، یہ عقیدہ وایمان تھا کہ علی'' خلیفہ رسول خدا'' اور'' امام برحق'' ہیں لیکن دوسرے افراد ان لوگوں کے مخالف تھے۔ آخر کار'' شورای سقیفہ بنی ساعدہ'' میں مسند خلافت ابو بکر کو حاصل ہوگئی اور وہ رحلت پیغمبر کے بعد پہلے خلیفہ ہوگئے۔ واضح رہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے دوران امام علی ہمیشہ ان لوگوں کو مفید مشورہ فراہم کرتے رہے اور دربار خلافت کے ساتھ حضرت علیؑ نے اس حد تک تعاون فرمایا کہ خلیفہ دوم عمر بن خطاب کو بارہا یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ'' اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا۔'' اس کے بعد چھ افراد پر مشتمل شورای انتخاب کے سامنے حضرت علی علیہ السلام عبد الرحمٰن

ابن عوف کی یہ تجویز تسلیم کرنے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہوئے جس میں یہ کہا گیا تھا کہ وہ علی کی بیعت اس شرط پر قبول کریں گے کہ وہ کتاب خدا، سنت رسول اور خلیفہ اول وخلیفہ دوم کی سیرت پر عمل کریں گے۔ حضرت علی نے اس تجویز وشرط کو نامنظور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ فقط کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کریں گے۔ اگر سیرت شیخین قرآن مجید اور سنت پیغمبر کے مطابق ہے تو اس شرط کے اضافہ کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی اور اگر کوئی سیرت احکام الٰہی اور سنت نبوی کے خلاف ہے تو میں اس پر ہرگز عمل نہ کروں گا۔'' حضرت عثمان کی خلافت کے آخری ایام میں دار الخلافہ پر ناراض مسلمانوں کے حملے کے دوران انھوں نے دربار خلافت کی حفاظت کی بھرپور کوشش کی اور یہ چاہا کہ خلیفہ سوم کی جان بچ جائے۔ اس زمانے میں حضرت علی علیہ السلام کی سرگرمیوں کو مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عبادت خدا میں مشغول رہنا

۲۔ تفسیر قرآن اور ان دینی مسائل کا حل تلاش کرنا جو پیغمبر اکرمؐ کی ۲۳ سال زندگی میں منظر عام پر نہیں آئے تھے یا دور نبوت کے مسائل سے مشابہت نہ رکھتے تھے۔

۳۔ دیگر شہروں اور قوموں سے وابستہ دانشمندوں کے سوالوں کا مدلل جواب فراہم کرنا

۴۔ ایسے متعدد تازہ رونما حوادث کے سلسلے میں اسلامی احکام کا بیان کرنا جن کی مثال سابقہ اسلامی دور میں نہیں پائی جاتی تھی۔

۵۔ ایسے ہنگامی مسائل کا فوری اور قابل قبول حل پیش کرنا جن کے سلسلے میں دربار خلافت میں الجھاؤ پیدا ہو جاتا تھا یا سیاسی پریشانی کی گتھی بن جایا کرتی تھی۔

۶۔ ایسے پاکیزہ قلب وآمادہ روح لوگوں کی تربیت وپرورش کرنا جو سیر وسلوک کی منزلیں طے کرسکیں۔

۷۔ بیشمار پسماندہ اور بے سہارا لوگوں کی زندگی کو ساز وسامان فراہم کرنے کے لئے جدوجہد کرنا۔ وہ اس مقصد کے لئے خود اپنے ہاتھوں سے باغ لگاتے تھے۔ کنویں کھودتے تھے اور زمین کے نیچے پانی کی سہولت مہیا کرنے کے بعد اسے خدا کی راہ میں وقف کردیتے تھے۔

علیؑ کا دور خلافت

حملہ آور مسلمانوں کی ایک جماعت کے ذریعہ خلیفہ سوم کے قتل کے بعد عہدہ خلافت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کردیا گیا ۔ خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی انہوں نے دوبارہ بیت المال کو مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کردیا اور جو لوگ مسلمانوں کے دار الخلافہ کو لالچ بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے انہیں مایوس کردیا۔ ابتدائی مرحلہ میں ان کا دار الحکومت شہر مدینہ میں تھا ۔ ان کے اور پیغمبر اکرم کے بعض مشترک اصحاب مثلاً طلحہ اور زبیر حضرت علی علیہ السلام سے یہ امید کرتے تھے کہ بصرہ اور کوفہ کی حکومت انہیں حاصل ہوجائے گی لیکن حضرت علی نے ان لوگوں کی خواہش قبول نہیں کی ۔ ان لوگوں نے مروان ابن حکم کی حوصلہ افزائی اور زوجہ پیغمبر دختر ابو بکر حضرت عائشہ کی حمایت کے سایہ میں حضرت علیؑ کی مخالفت شروع کردی۔ ان لوگوں کی تحریک کے نتیجے میں جنگ بصرہ رونما ہوئی جس میں حضرت عائشہ سرخ بال والی اونٹنی پر سوار ہوکر میدان جنگ میں موجود تھیں اسی وجہ سے اس کو جنگ جمل کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ اس جنگ میں امام علی علیہ السلام نے کامیابی حاصل کی اور انہوں نے دار الحکومت مدینہ سے کوفہ منتقل کردیا۔ اس کے بعد خلافت کے اہم ترین دعویدار معاویہ ابن ابوسفیان تھے، جو خاندان امویہ سے وابستہ ہونے کی وجہ سے حضرت علی سے گہری عداوت رکھتے تھے، شام میں اپنی مستقل طاقتور حکومت کا اعلان کردیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ قتل عثمان کو بہانہ قرار دیتے ہوئے معاویہ نے خلافت علویہ کے خلاف دشمنانہ حرکتوں کا لامتناہی سلسلہ شروع کردیا تھا۔ معاویہ نے حضرت علیؑ سے یہ مطالبہ کیا کہ قاتلان عثمان کو اس کے سپرد کردیا جائے۔ امام علی علیہ السلام نے یہ اعلان کرتے ہوئے کہ عثمان کے قاتلین ان کے پاس نہیں ہیں، معاویہ کی خلیفہ گری پر اپنی ناراضگی و بھرپور مخالفت ظاہر کردی ۔ معاویہ نے عثمان کے خون آلود کپڑوں کو سر نیزہ بلند کرتے ہوئے علی کے خلاف بغاوت چھیڑ دی جس کے نتیجے میں جنگ صفین چھڑ گئی اور ۱۱۰ روز تک لڑائی جاری رہی۔ آخر کار بات داوری اور فیصلہ ثالثی پر ٹھہری اور معاویہ کے نمائندے عمرو ابن عاص نے ابوموسیٰ اشعری کو فریب دیتے ہوئے یہ اعلان کرادیا کہ معاویہ مسلمانوں کا خلیفہ ہے۔ مکروفریب پر مشتمل اس اعلان کی وجہ سے حضرت علیؑ کے بعض ساتھی بغاوت پر کمر بستہ ہوگئے یہ باغی جماعت بعد میں خوارج کہلائی ۔ حضرت علیؑ نے ابتدائی مرحلہ میں ان لوگوں کو مذاکرہ و گفتگو کے لئے طلب کیا لیکن جب خوارج نے ان کے قاصدوں کو قتل کرڈالا تو ان لوگوں کے ساتھ مصالحت کے امکانات مفقود ہوگئے اور حضرت علی نے ان کے خلاف جنگ شروع کردی جو جنگ نہروان کے

نام سے موسوم ہوئی اور جس میں خوارج کو غیر معمولی تباہی و بربادی سے ہمکنار ہونا پڑا اور وہ سیستان میں پناہ حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے ۔

علیؑ کی شہادت

خوارج کی سرکوبی و نابودی پر مشتمل جنگ نہروان کے بعد عبد الرحمٰن ابن ملجم مرادی، عبد اللہ بن تمیمی اور برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی جیسے لوگ ایک رات ایک جگہ پر جمع ہوئے اور اس زمانے کے حالات نیز مسلمانوں کی خونریزی اور داخلی جنگوں کا تجزیہ کیا اور نہروان میں اپنے عزیزوں کے قتل اور جنگ کے دوران ہونے والی تباہی و بربادی نیز برادر کشی کے لئے حضرت علی، معاویہ اور عمرو عاص کو ذمہ دار قرار دیا۔ ان لوگوں نے نتیجہ کے طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اگر یہ تین افراد مسلمانوں کے درمیان سے ختم ہو جائیں تو تمام مسلمان خود بخود اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ ان تینوں خوارج نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ان میں سے ہر خارجی ان تین لوگوں میں سے ایک کو قتل کرے گا۔ ابن ملجم نے حضرت علیؑ کے قتل کا عہد کیا اور رمضان المبارک کی ۱۹ ویں شب کو وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ مسجد کوفہ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اس رات حضرت علیؑ اپنی بیٹی کے گھر مہمان تھے اور انہیں دوسری صبح رونما ہونے والے واقعہ کا علم تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی بیٹی کو اس راز سے آگاہ کیا۔ ام کلثوم نے فرمایا کہ " کل آپ جعدہ کو مسجد بھیج دیجئے۔" حضرت علی نے فرمایا کہ قضائے الٰہی سے فرار ناممکن ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی کمر کے پٹکے کو اور کس کر باندھنے کے بعد یہ دو بیت گنگناتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

"موت کے لئے اپنی کمر مضبوطی سے باندھ لو کیونکہ موت بہر حال تم سے ملاقات کرے گی اور جب موت تمہاری سرائے میں داخل ہوگی تو نالہ و فریاد مت کرو۔"

ابن ملجم نے نماز صبح کے دوران سجدہ کی حالت میں حضرت علیؑ کے سر مبارک پر اپنی تلوار سے بھرپور وار کر دیا اور ان کے سر سے جاری خون محراب عبادت میں ہر طرف پھیل گیا۔ ایسی حالت میں حضرت نے فرمایا۔" فزت و رب الکعبہ " یعنی کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے سورۂ طٰہٰ کی ۵۵ ویں آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی جس میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے" ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، دوبارہ تمہیں مٹی میں لے جائیں گے اور اس کے بعد پھر

تمہیں اس مٹی سے باہر نکالیں گے۔'' حضرت علیؑ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کی اصلاح وسعادت کے لئے فکر مند تھے چنانچہ انہوں نے اپنی اولاد اپنے قریبی رشتہ داروں اور عام مسلمانوں کے حق میں یہ وصیت فرمائی۔'' میں تم لوگوں سے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی سفارش کرتا ہوں ۔تم لوگ اپنے تمام امور منظم کرلو اور ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی فکر میں لگے رہو ۔ دیکھو! تم لوگ یتیموں کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ پڑوسیوں کے حقوق کی طرف سے لاپرواہی نہ کرنا۔ قرآن کو ہمیشہ اپنا عملی منصوبہ قرار دینا ۔ نماز کو بہت عزیز رکھنا کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔'' آخرکار علیؑ ماہ رمضان المبارک کی ۲۱ ویں تاریخ کو درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے اور نجف اشرف میں انہیں سپرد خاک کردیا گیا۔

علیؑ کے صفات وکمالات

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو خطابت اور ادبیات پر غیر معمولی غلبہ حاصل تھا۔ ویسے تو بنی امیہ اور ان کے وابستگان ان پر لعن کیا کرتے تھے لیکن وہ اپنے انداز بیان کو بہتر اور موثر بنانے کے لئے ان کے خطبوں اور جملوں کو حفظ کرنے میں بھی لگے رہتے تھے۔ ان کے خطبات ، ارشادات، مکتوبات اور ادبیانہ اقوال سید رضی کے ذریعہ نہج البلاغہ نامی کتاب میں جمع کردئے گئے ہیں اس کے علاوہ'' غرر الحکم'' کے نام سے ان کی روایات کا مجموعہ بھی موجود ہے۔ عربی زبان وادب کے ماہرین عرب ادبا حضرت علی کے کلام کو قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ عمدہ کلام قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان وہ غیر معمولی عرفانی مقام ومرتبہ کے حامل اور علم، شجاعت ، عدالت، کمزور وپسماندہ افراد کے حامی اور اپنی سادہ طرز زندگی کے لئے بے حد مشہور ہیں۔ ایک غیر شیعہ مسلمان ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح تحریر فرمائی ہے ۔ اس کے علاوہ جارج جرداق جیسے عیسائی مصنف اور دانشمند نے'' امام علی انسانی عدالت کی آواز'' نامی اپنی گرانقدر کتاب میں ان کی بھرپور ستائش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ '' علی انصاف پسندی اور دادگری میں شدت کی وجہ سے محراب عبادت میں قتل کرڈالے گئے۔''